

گرینڈ ڈائلاگ

کس بزرگ نے مشورہ دیا تھا کہ ال شریف کے مالیاتی جادوگر، ڈار صاحب بی بی سی سے فرمائش کریں کہ جناب انکاٹرو یو کیا جائے۔ بیس پچیس منٹ کا یہ مباحثہ بالآخر خود بخود تو نہیں ہو گیا۔ کہیں نہ کہیں سے التجا، فرمائش، ایجاب و قبول کے بعد ڈار صاحب کو اکھاڑے میں اتارا گیا۔ بہترین سوٹ زیب تن کیے موصوف، اینکر سٹیفن سوکر پر چھا جانے کی ترتیب سے آئے تھے۔ پھر ہوا کیا۔ سٹیفن جو کہ زہر آلود رویہ نہیں رکھتا۔ مکمل شریفانہ مزاج سے ایستادہ ہے۔ ڈار صاحب کو انٹرویو میں فنا کر کے رکھ ڈالا۔ مکمل مقتول۔ لگتا تھا کہ پاکستان کے ”اعلیٰ ترین“ اقتصادی دماغ حد درجہ بوکھلاہٹ کا شکار ہو چکا ہے۔ زبان اور دماغ میں ربط تھا ہی نہیں۔ اتنی غیر حقیقی باتیں فرما رہے ہیں کہ بی بی سی کی تحقیقی ٹیم ان پر تہمت لگا رہی ہوگی۔ مکمل بربادی۔ دولت، جائیداد، بچوں کے کاروبار کے متعلق اتنی سطحی گفتگو کہ کانوں کو یقین نہیں آتا۔

تھکن سے راہ میں چلنا محال بھی ہے مجھے

کمال پر تھا میں ہی، زوال بھی ہے مجھے

گفتگو اور کردار کا ایسا زوال کہ سننے والا حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ سوال سیدھا۔ جواب وہی پاکستانی ذہنیت کے بھائی جان والا۔ یہ کلچر پنجاب کی سیاسی زندگی کا ادنیٰ اور ہنا چھونا ہے۔ بھائی جان، بھائی جی۔ اجنبیت کو واقفیت میں بدلنے کا بھرپور منافقانہ چلن۔ دراصل یہ بھائی جان سطح کے لوگ تھے۔ جنہیں مصنوعی سرفرازی بھیک میں دی گئی۔ برباد شدہ انٹرویو کے بعد، مگر کیا فہمیدہ خیال لوگوں میں پاکستان کے اکثر دانشوروں اور اینکروں کے بارے میں منفی سا خیال نہیں اُبھرتا۔ کہ ہمارے ملک میں غیر جانبدار میڈیا کیوں نہیں ہے؟ نہیں سوال مناسب نہیں۔ ہمارے ہاں سیاسی اکابرین کا انٹرویو کرنے کیلئے شیر کی عملی آنکھ رکھنے والے، غیر متعصب اینکر اور دانشور کیوں اتنے کم ہیں۔ کئی بار گزارش کی کہ پنجاب سے تعلق رکھنے والے جید اینکر، ال شریف کے سامنے اتنے ”لجاجت زدہ“ کیوں ہو جاتے ہیں۔ آخر وہ کون سا بوجھ ہے جو انہیں جھپتے ہوئے سوال کرنے سے روک دیتا ہے۔ بخدا، کئی بار تو شرم آتی ہے کہ یہ درباری سا ماحول کیوں ہے۔ اکابر جرنلسٹس کی گزارش کر رہا ہوں۔ انٹرویو کرتے وقت نرم لہجہ، رٹے رٹائے سوال، گڑھے گڑھائے جوابات۔ یہ سب کیوں ہے۔ کس طرف اتنی رہ گئی ہے کہ ہمارے چند بڑے اینکر صرف ٹی وی پر اس خاندان کے سامنے کورنش نہیں بجالاتے۔ باقی سب کچھ پس پردہ جاری ہے۔ سندھ میں بھی یہی حال ہے۔ وہاں سے تعلق رکھنے والے متعدد اینکر زاس تند لہجے سے ”ال زردار“ سے بات نہیں کرتے، جو کہ آزاد صحافی کا طرہ امتیاز ہونا چاہیے۔ وہی من من، وہی کن کن اور وہی خوشامدی لہجہ۔ جس طرح اسحاق ڈار صرف ایک غیر متعصب پروفیشنل اینکر کے سوالات کے ہاتھوں رزک خاک ہوا ہے۔ مجھے اس سطح کا ایک پاکستانی جگادری درجگادری صحافی نکال کر دکھائیے۔ افسوس ہوتا ہے۔ صرف افسوس۔ جو چند گنے چنے دانشور لوگ آزاد رویہ اور بات چیت پر یقین رکھتے ہیں۔ انہیں موقع ہی نہیں دیا جاتا کہ وہ سکریں پر آ کر سیاسی حالات کا تجزیہ کر سکیں۔

ہاں، اسی دم خیال آیا کہ ایک اعلیٰ حضرت دانشور فرما رہے تھے کہ پاکستان کو نئے سوشل کنٹریکٹ کی ضرورت ہے۔ درست بات۔ ہر عمرانی معاندے کی ایک عمر ہوتی ہے۔ مگر جب تفصیل پوچھی جاتی ہے تو جواب میں حد درجہ ابہام موجود ہے۔ اگر نئے سوشل معاندہ کا اشارہ پاکستان کے آئین کی طرف ہے تو سبحان اللہ۔ پارلیمنٹ اور عوامی لیڈران کی کیا اتنی بلند فکری، علمی، سیاسی سطح ہے کہ وہ ایک نیا ملکی عمرانی معاندہ ترتیب دے سکیں۔ چلیے، ساتھ سنجیدہ قانونی دماغ بھی مل جائیں، تو اجماع کون پیدا کریگا۔ وہ نواز شریف صاحب، جو صرف اپنا سیاسی سرمایہ، حسب روایت بیٹی کو منتقل کرنے کے علاوہ کچھ نہیں سوچ سکتے۔ وہ محترم زرداری صاحب، جو کہ علی العلان فرماتے ہیں کہ طے شدہ سیاسی معاندوں کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ مذہبی جماعتوں کے وہ مولانا، جو اس وجہ سے اندھا دھند غصے میں ہیں کہ ان سے ملک کے ایک ادارے نے جائیداد حاصل کرنے کے ذرائع پوچھنے کی جرات کیسے کی۔ صاحبان! یہ صرف ذوالفقار علی بھٹو کی طلسماتی ذات کا اعجاز تھا کہ ملک کا ایک متفقہ آئین بن گیا۔ آپ دوبارہ کس کے ذمہ لگائیں گے، جو اتنا سیاسی تدبر والا ہو کہ ملک کو جدید ضرورتوں کے تحت نیا آئین دے سکے۔ ہاں۔ کیا جناب خان صاحب، جو غیر معقول فیصلے کرنے میں پید طولی رکھتے ہیں۔ کیا واقعی وہ پاکستان کو جدید آئین دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ نہیں جناب، یہ اندھوں کا شہر ہے۔ اس میں بیٹا انسان ویسے ہی ناپید ہوتے جا رہے ہیں۔ اکثر حالات کے جبر سے ملک چھوڑنے پر مجبور ہیں۔ کچھ عزت بچانے کے ڈر سے بالکل خاموش ہو چکے ہیں۔ چلیے سب کو فراموش کر ڈالیے۔ ہمارے موجودہ دانائی کے مینار، انہی سے جم کر پوچھ لیجئے کہ حضور نئے سوشل کنٹریکٹ سے مراد کیا ہے۔ ہو سکتا ہے وہی ہمیں سکھا دیں کہ جزئیات کیا ہونگیں۔ اور یہ قابل عمل کس طرح بنایا جائیگا۔ پر صاحب دل دکھتا ہے۔ اتنی سنجیدگی سے غیر ضروری باتیں۔

وہ صد امیری خلائے کوہ دشت و بحر میں

خوف وہ قید صد احرف کی تکرار میں

بالکل اسی طرح کا ایک خوش رنگ جملہ، ”گریڈ ڈائلاگ“ کا استعمال کیا جا رہا ہے۔ ابتداء تو شہباز شریف نے فرمائی تھی۔ مگر انہوں نے بھی جزئیات بتانے کی زحمت نہیں کی۔ انکی بھتیجی تو فرماتی ہیں کہ وہ موجودہ حکومت کو تسلیم ہی نہیں کرتیں۔ بلکہ ایک نجیف اور جانبدار انٹرویو میں یہ بھی فرمایا کہ عمران خان تو وزیر اعظم ہے ہی نہیں۔ ان سے گفتگو کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتیں۔ کیونکہ انکے نزدیک یہ سارا نظام ہی جعلی ہے۔ تو فرمائیے۔ کہ اگر حکومت اور اس کے اتحادی، کسی ڈائلاگ میں شامل ہی نہیں ہو سکتے۔ تو کیا یہ سب کچھ حد درجہ غیر ممکن سانہیں ہو جائیگا۔ ہاں، فوج سے مذاکرات ہو سکتے ہیں مگردن کی روشنی میں۔ حد درجہ محیر العقول منطق ہے۔ پہلے فرمایا گیا کہ اسٹیبلشمنٹ سے رابطہ کرنا غیر جمہوری عمل ہے جو کریگا، وہ جمہوریت کی نفی کریگا۔ پھر بذات خود، سب سے چھپ کر عسکری اداروں سے حمایت اور رعایت لینے کی کوشش افشاں ہوئی تو پھر وہی جمہوری منافقت کہ یہ تو قائد محترم کو پتہ ہی نہیں تھا۔ کیا کبھی کوئی اپیلچی، بادشاہ کی مرضی کے بغیر خود بخود جاسکتا ہے۔ عقل سے عاری دلیل۔ لیکن کیا کریں۔ اب گریڈ ڈائلاگ کو وہ موصوف فرما رہے ہیں جنہوں نے اپنی چار مرتبہ وزارت اعلیٰ میں اپوزیشن کو ایک بار بھی ملنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ جو وزراء کو مشاورت کے قابل نہیں سمجھتے تھے۔ صرف دو چار کارندوں کے تحت برسوں حکومت کرتے رہے۔ چلیے، انکی بات مان لیتے ہیں۔ تو گریڈ ڈائلاگ کس سے

کرینگے۔ اسکا مقصد کیا ہوگا۔ کیا یہ تو نہیں کہ احتساب کے عمل سے نجات پانی ہے اور الفاظ انتہائی لچھے دار استعمال کیے جا رہے ہیں۔ گریڈ ڈائلاگ کے الفاظ پر کئی محترم دانشور از حد مسرت میں ہیں کہ واہ کیا خوبصورت بات کی ہے۔ عقل اور دانش سے بھرپور۔ مگر کیا موصوف نے اپنی مسلسل حکمرانی کے بیس پچیس برسوں میں واقعی دلیل کی بنیاد پر کبھی مذاکرات فرمائے تھے۔ کبھی ذاتی مفاد سے بالاتر ہو کر کوئی ایسی سیاسی حرکت کی تھی، جس سے معلوم ہو کہ واقعی یہ تو اپنے سیاسی حریفوں سے مفاہمت چاہتے ہیں۔ اگر کسی کو یاد ہے تو فرمادے۔ اگلے کالم میں لکھ دوں گا۔ معذرت بھی کر لوں گا۔ مگر جو خاندان سوائے چند قریبی لوگوں سے مشاورت سے آگے سوچنا گناہ سمجھتا ہے، وہ گریڈ ڈائلاگ کی بات کرے، تو عجیب سا لگتا ہے۔ اب تو دھیلے کی کرپشن والا جملہ بھی نشانِ عبرت بن چکا ہے۔ لہذا، اداروں کو بیوقوف بنانے کی کوشش کرتے رہنا اب عبث ہے۔ یاد دہانی کیلئے عرض کرتا چلوں کہ نواز شریف کو ملک سے باہر بھجوانے کی شخصی ضمانت کا ہی جواب فرمادیں تو چلیے، کوئی بات سمجھ میں آجائے۔ مگر ایک ایسا سیاسی رہنما جو شخصی ضمانت دیتے ہوئے بھی عدلیہ جیسے مقدس ادارے سے انیس بیس بات کرے، کیا واقعی، انکی کہی ہوئی بات، یعنی گریڈ ڈائلاگ کا کوئی ذاتی فائدہ کے علاوہ کوئی مقصد ہو سکتا ہے۔ جواب خود تلاش کر لیجئے۔ آپکی فہم پر چھوڑتا ہوں۔

میرے لکھنے سے شاید کوئی فرق نہ پڑے۔ اسلیے کہ ہم تمام لوگ بڑے بھاری بھرم مصنوعی الفاظ سننے کے عادی ہیں۔ جذباتیت ہماری قومی نفسیات کا خاصہ ہے۔ بت پرستی کی نئی شکل، شخصیت پرستی ہمارا قومی مزاج ہے۔ ہر کوئی، اپنے اپنے سیاسی، مذہبی اور سماجی بت تراش کر سجدہ ریز ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ ہمارے جیسے اہل لوگوں کو قائد اعظم جیسا غیر جذباتی لیڈر کیسے مل گیا۔ حد درجہ سنجیدہ بات کرنے والا۔ الفاظ کو ناپ تول کر گفتار کا بادشاہ۔ انگریزوں کے انتہائی اعلیٰ سطح کے لوگوں سے ٹھوس بات کرنے والا انسان۔ حد درجہ پڑھے لکھے ہندوؤں کے لیڈروں سے سیاسی بات چیت پر عبور رکھنے والا حیرت انگیز لیڈر۔ اس شخص نے نیا ملک حاصل کرنے کیلئے مسلسل مذاکرات کیے، مگر گریڈ ڈائلاگ کا صیغہ اس عظیم شخص کی گفتگو میں کہیں بھی استعمال نہیں ہوا۔ حد تو یہ ہے کہ انہوں نے انتہائی واشگاف الفاظ میں مسلمانوں کیلئے علیحدہ وطن حاصل کرنے کی عملی جدوجہد کی۔ مگر جذباتی جملوں جیسے ”نیوسوشل کنٹریکٹ“ سے کافی دور رہے۔ اب صورتحال یہ ہے کہ ہمارے اکابرین خوشبودار لفظوں کے پیچھے چھپنے کی کامیاب کوشش کر رہے ہیں۔ ہر کوئی اپنا اپنا راگ درباری الاپ رہا ہے۔ ہم جیسے طالب علم لوگ انکے قول و فعل کے تضاد کو سمجھتے ہوئے بھی مجبوراً سردھن رہے ہیں۔ کیونکہ جو انکی چوکھٹ پر ڈونگرے نہیں برسایگا، وہ دشمن قرار ہوگا۔ شاید وطن دشمن۔ تو جناب ہمیں فی الفور وقت ضائع کیے بغیر گریڈ ڈائلاگ اور نیوسوشل کنٹریکٹ کو، سوچے بغیر مان لینا چاہیے۔ مودبانہ گزارش ہے کہ ان لفظوں کے مطلب تو سمجھا دیجئے۔ شاید ہمارے جیسے اہل صفا بھی مستفید ہو پائیں!

راؤ منظر حیات